# خالد بن سنان العبسی

(جناب ڈاکٹر محمد خالدی ام - اے - ڈی - لٹ)

(استاذ تاریخ اسلام جامعہ عثمانیہ)

## (۲)

جیسا کہ ابھی اشارتاً لکھا گیا قرآن میں ایسی متعدد آیتیں ہیں جن سے اس بات پر بطریق استنباط بے تکلف استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اپنے تمام رسولوں کو خانہ بدوش گلہ بانوں یا خیمہ نشین قبیلوں سے منتخب نہیں فرمایا۔ بلکہ تمام انبیاء مقیم و متمدن آبادی ہی سے چنے گئے۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ واضح آیت وہی ہے جس کو راغب نے نقل کیا ہے اور علماء نے بھی اس بحث کا مرکز و مدار اسی آیت کو قرار دیا ہے کہ اس کی تفسیر و تحقیق کے بعد اس موضوع پر کسی اور آیت سے استنباط یا استخراج کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ ہم بھی اپنی تحقیق کا راستہ اسی آیت کی روشنی میں تلاش کریں گے جاحظ تو معتزلی ہے ہی۔ راغب کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ مذہب اعتزال کی طرف مائل تھے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے جو بات متکلمین سے منسوب کی ہو وہ دراصل معتزلہ کا عقیدہ ہو اور متکلمین اہل سنت یہ خیال نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے مفسرین اہل سنت سے رجوع کریں گے۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ مذکورہ صدر آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اللہ جنگلی گنواروں سے نہیں بلکہ شہر کے باشندوں میں سے کسی کو نبوت سے سرفراز کرتے ہیں کیونکہ یہ اہل علم و حلم ہوتے ہیں (۱۹)، رازی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے اہل بادیہ میں سے کسی کو نبی نہیں بنایا رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ جس نے بادیہ نشینی اختیار کی اس نے ظلم کیا (۲۰)، محمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ الجامع لاحکام القرآن (۲۱) میں لکھتے ہیں۔ بدویوں پر قسوہ و جفا کے غلبہ کی وجہ سے اللہ نے کبھی ان میں سے کسی کو نبی نہیں بنایا اور اہل شہر ان سے بہت زیادہ عقل مند، حلیم، صاحب فضیلت و علم ہوتے ہیں۔ حسن بصری حصر کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اہل بادیہ سے کسی کو نبی مبعوث نہیں فرمایا۔

قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ عبد اللہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں (۲۲) عبد اللہ نسفی متوفی ۷۱۰ھ اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں (۲۳) علی خازن متوفی ۷۲۵ھ نے اپنی تفسیر لباب التاویل (۲۴) میں، ابن جریر رازی اور قرطبی وغیرہ سے لفظ بہ لفظ اتفاق کیا ہے۔ محمد ابن حیان متوفی ۷۴۵ھ نے البحر المحیط (۲۵) میں مذکورہ رایوں سے اتفاق تمام کرنے کے علاوہ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ سوائے دور فتن کے معمولی حالات میں شہروں اور آبادیوں سے نکل جانا مکروہ ہے۔ ابن کثیر نے صرف اتنا ہی لکھنے پر اکتفا نہیں کی ہے کہ اہل بادیہ یعنی اعراب سے کوئی نبی نہیں ہوا، بلکہ قابل تقلید دینی نقطہ نظر کی تحت قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اعراب کے معائب و مثالب نقل کئے ہیں۔ قرآن میں اعراب کا ذکر تقریباً دس جگہ آیا ہے سوائے ایک آدھ جگہ کے ہر جگہ مذمت کا پہلو ہے۔ بعض جگہ ضمنی طور پر اور بعض جگہ بالکل واضح ہے۔ مثلاً سورۃ التوبہ میں ہے۔ گنوار کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی لائق ہیں کہ وہ قاعدے نہ سیکھیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کئے ہیں۔ سورۃ الفتح میں ہے پیچھے رہ جانے والے گنوار آپ سے کہیں گے ہم اپنے مالوں اور گھر والوں کے کام میں لگے رہے۔ اب ہمارے گناہ بخشوائیے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ سورۃ الحجرات میں آتا ہے۔ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ کہئے، تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں گھسا۔

صحیح حدیثوں میں بھی کئی جگہ اہل بادیہ کی سخت دلی، ناشائستگی اور کوتاہ فہمی وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ ان کا نقل کرنا غیر ضروری طوالت ہوگی۔ تفصیل چاہنے والے المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث میں لفظ بدا اور اس کے مشتقات دیکھیں تو اکثر حدیثیں مع حوالہ مل جائیں گی۔ (۲۶) پیش نظر متن میں صرف قرآنی آیتوں کے ترجمہ ہی کو کافی سمجھا گیا۔ رجوع کردہ تفسیروں میں ابن کثیر کا بیان بہت واضح، صریح اور مدلل تھا اس لئے بقدر ضرورت نقل کیا گیا۔ ماضی قریب کے مفسرین جیسے مثلاً اسماعیل حقی متوفی ۱۱۲۷ھ (۲۷)، محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ (۲۸) اور محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ (۲۹) نے بھی اپنے پیشروں سے پورا اتفاق کیا ہے۔

اسمٰعیل حقی نے تو اس موقع پر ایک ممکنہ شبہ کا بھی ازالہ کر دیا ہے جو سورۂ یوسف کی سوویں آیت کے ایک لفظ البدو سے ہو سکتا تھا۔ اس آیت کا ترجمہ مع ضروری متن و سیاق یہ ہے جب سیدنا یعقوب عم مع اہل و عیال یوسف عم کے پاس پہنچے تو آپ نے (یوسف عم) اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑے اس وقت آپ نے کہا کہ۔ اے باپ! یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو مدت ہوئی میں نے دیکھا تھا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا اور اس نے مجھ پر احسان کیا جب کہ مجھ کو قید سے رہائی دی اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا۔۔ وجاء بکم من البدو۔ اور یہ سب کچھ اس واقعہ کے بعد ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا بے شک میرا رب ان باتوں کو جو کرنی چاہئے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ بلاشبہ وہی سب کچھ جاننے والا اور اپنے سارے کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

بادی النظر میں البدو کے لفظ سے بعض لوگوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ سیدنا یعقوب عم اور آپ کے اہل و عیال اہل بادیہ سے تھے کہ وہاں سے مصر آئے۔ یہاں مفسرین کے تین قول ہیں۔ الف۔ البدو ارض کنعان واقع فلسطین کے ایک شہر کا نام ہے سینکڑوں سال بعد اس کی املائی صورت بدا ہو گئی۔ جمیل کے شعر اس پر شاہد ہیں۔

وانت التی حببت شغبًا الی بدًا — الیّ واوطانی بلادٌ سواهما
حللتِ بهذا حلةً ثم حلةً — بهذا فطاب الوادیان کلاهما

ایک دوسری جگہ کہتا ہے۔

الا قد اری الا بثینة للقلب — بوادی بدًا الا بحسمی ولا الشغب
ولا ببصاقٍ قد تیممت فاعترف — لما انت لاقٍ او تنکّب عن الرکب

ب۔ یعقوب عم ارض کنعان واقع فلسطین سے براہ صحرا، بے آب و گیاہ چٹیل میدان سے گزرتے ہوئے مع اہل و عیال صحیح و سلامت مصر پہنچے۔ یہ اللہ کا بڑا احسان تھا کہ نہایت مخدوش و پرصعوبت سفر میں آپ کو یا آپ کے اہل و عیال کو کسی قسم کا کوئی گزند نہیں پہنچا۔

ج۔ یعقوب عم اپنے نااہل بیٹوں سے بیزار ہوکر اور اپنے عزیز لڑکے یوسف کے غم میں عارضی طور پر شہر سے باہر مقیم ہو گئے تھے اور جب مصر چلے تو اس وقت آبادی سے دور تھے۔

اپنے اپنے ذوق وفہم کے مطابق مفسروں نے ان ہی تینوں اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دی ہے اور کسی نے محض نقل پر اکتفا کی ہے لیکن ان تمام مفسروں کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا یعقوب عم بہرحال اہل بادیہ سے نہیں تھے اور بعض مفسر جیسے مثلاً قرطبی (۳۰) نے یہاں پھر متنبہ کیا ہے کہ اللہ نے اہل بادیہ سے کسی کو نبوت پر سرفراز نہیں کیا (۳۱) یہاں تمام مفسروں کی رایوں کا استقصیٰ کرنا ممکن ہے اور نہ ضروری۔ یہ آٹھ نو مفسرین بالکل کافی ہوں گے۔ یہ سب کے سب اہل سنت ہیں اور ان کی تفسیریں مقبول خاص و عام بھی۔ ان کے ذریعہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اہل بادیہ میں سے کسی کے نبی نہ ہونے پر ان سب کا اتفاق ہے۔ ان کو متکلمین سے یا متکلموں کو ان سے اس خصوص میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف نہ ہونے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی یہ آیت محکم ہے متشابہ نہیں مفسروں نے قصر کے ساتھ یہ جو لکھا ہے کہ "نبی اہل شہر ہی سے ہوتے ہیں" اس کی علت بھی پیش نظر رہے تو بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

علت کی وضاحت کے لئے معانی کی چند اصطلاحوں سے واقفیت لازمی ہے۔ معانی میں قصر کہتے ہیں ایک شئے کو دوسری شئے سے بطریق مقررہ مخصوص کرنا۔ قصر یعنی محدود کرنا عموماً چار طریقوں سے ہوتا ہے ان میں سے ایک نفی و استثنا بھی ہے جس میں مقصود علیہ صرف استثنا کے بعد ہوتا ہے۔

قصر دو طرح ہوتا ہے۔

الف۔ صفت کا قصر موصوف پر یعنی صفت اپنے موصوف سے کسی اور کی طرف تجاوز نہ کرے البتہ یہ جائز ہے کہ اس موصوف کے لئے دوسری صفات بھی ہوں۔

ب۔ موصوف کا قصر صفت پر یعنی موصوف اس صفت سے دوسری صفت کی طرف تجاوز نہ کرے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس صفت سے دوسری شئے بھی متصف ہو سکے۔

یہاں صفت سے صفت معنوی مراد ہے نہ کہ صفت نحوی۔

قصر کی دو قسمیں حقیقی و اضافی ہیں۔ حقیقی یہ کہ ایک شئے کو دوسری شئے کے ساتھ نفس الامر اور

حقیقت میں اُس طرح مخصوص کریں کہ پہلی شے دوسری شے سے غیر کی طرف متجاوز نہ ہو۔ اضافی یہ کہ ایک شے کی تخصیص دوسری متعین شے کے ساتھ اس طرح کی جائے کہ وہ تیسری شے تک متجاوز نہ ہو۔ گو یہ ممکن ہو کہ وہ اس کے سوا کسی اور شے تک بعض صورتوں میں تجاوز کر سکے۔ قصر اضافی، مخاطب کی ذہنی حالات کے اعتبار سے افرادی، قلبی یا تعینی ہوگا۔ مثلاً کوئی کہے کہ عبداللہ نہیں بلکہ زین الدین عالم ہے تو اس مثال میں اگر مخاطب یہ سمجھتا تھا کہ عبداللہ اور زید دونوں عالم ہیں تو قصر افرادی ہوگا اور اگر یہ سمجھتا تھا کہ دونوں عالم نہیں ہیں تو قصر قلب ہوا اور اگر اس کو تردد تھا کہ معلوم دونوں میں کون عالم ہے تو یہ قصر تعیینی ہوا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِم مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

میں نحوی لحاظ سے مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ رِجَالًا کی صفت ہے یا ضمیر مجرور ہُم سے حال۔ بہرحال پورا جملہ فعلیہ نُوحِي إِلَيْهِم مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ رجالاً کی صفت ہے۔

اس طرح معانی کے لحاظ سے رجالاً مقصور علیہ موصوف اور ان کا رسول ہونا مقصور ہے۔ یہاں صفت کا قصر موصوف پر ہے اور یہ قصر اضافی ہے۔

اس تقریر کی روشنی میں زیر بحث آیت کا توضیحی ترجمہ یوں ہوگا۔ ہم نے تم سے پہلے سوائے ایسے مہذب مردوں کے جو شہروں میں رہنے والے تھے کسی اور کو (جیسے عورت، جن فرشتہ یا اجڈ گنوار) اپنا پیغمبر نہیں بنایا (گو ہم اس پر قادر ہیں کہ جس کو چاہیں بنائیں)۔

اس سلسلہ میں لفظ قریۃ کے لغوی معنی بھی دیکھ لیجیے کہ عرب اس لفظ کا استعمال کن معنوں میں کرتا ہے۔

ق، ر، ی یہ تینوں حرف جمع اجتماع اور نظم پر دلالت کرتے ہیں جس لفظ میں یہ تین حروف آئیں گے اس میں نظم، ترتیب، جمع یا اجتماع کا مفہوم لازماً آئے گا کہتے ہیں قری الماء فی المقراۃ اس نے کنڈے میں پانی جمع کیا۔ جمع شدہ پانی یا مہمانوں کے لئے سینی میں جو مختلف قسم کے کھانے رکھے جاتے ہیں وہ مجموعی طور پر قری (بکسر قاف) کہلاتا ہے۔ کولہو قرد (بفتح قاف) اس لئے کہلاتا ہے کہ اس میں روغن دار بیج جمع کر کے تیل نکالا جاتا ہے اور کولہو میں تیل نکل کر ادھر ادھر پھیلتا نہیں۔

ایسی تمام چیزیں یا اشخاص جو منظم ہوں اور ان میں یکسانی پائی جائے وہ قرو کہلاتے ہیں۔ چونکہ جمع ہونے کی کوئی غرض ہوتی ہے اس لئے قرو کے مجازی معنی قصد یا مقصد بھی ہوتے ہیں۔ پیٹھ کو قری اس لئے کہتے ہیں کہ ہڈیاں وہاں جمع ہوتی ہیں اور ریڑھ ان کو منظم رکھتی ہے۔ پرندے کے پوٹے کو قریۃ (بفتح قاف وبتشدید را، ویا،) اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں پرندہ کی غذا جمع رہتی ہے۔ بادبان کے عرض کی لکڑی قریۃ (بفتح قاف بتشدید را، ویا،) اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بادبان کو متفرق ومنتشر نہیں ہونے دیتا اور اس کو ساکن رکھتا ہے۔ اگر کوئی چھت گرنے کے قریب ہو تو اس کو منہدم ہونے سے روکنے کے لئے لکڑی یا کوئی دوسری چیز لگائی جائے یا گرتی ہوئی دیوار کو منہدم ہونے سے روکنے کے لئے نیچے سے کوئی چھوٹی دیوار گرتی ہوئی دیوار سے متصل اٹھائی جائے تو یہ قریہ (مکسر قاف وتشدید را ویا) کہلاتی ہے کہ یہ چیز چھت یا دیوار کو گرنے سے روکتی ہے۔ اہل عرب کے نزدیک حیوانوں میں سب سے زیادہ منظم زندگی چیونٹی کی ہوتی ہے اس لئے ان کے رہنے کی جگہ کو قریۃ النمل کہتے ہیں۔ جب انسان آوارہ خانہ بدوش اور مسلسل ترک مقام کرنے والے نہ ہوں بلکہ ایک جگہ آباد ہوں۔ ان میں تعاون ہو اور منظم ومہذب ہوں تو ان کو اہل قریہ کہتے ہیں اور ایسے مقام کو قریہ۔ اس کی جمع قری (بضم قاف) ہے۔ مکہ کو ام القریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی دانست میں وہ پہلا مقام ہے جس کے گرد لوگ تنظیم وترتیب سے جمع ہوئے اور یہ کہ اجتماع تنظیم اور تعاون کے دنیوی اور اخروی فوائد سب سے پہلے اسی بستی سے معلوم ہوئے۔ (۲۲)

قرآن کی اس آیت کی وضاحت کے لئے محررہ بالا تفصیل ضروری تھی تاکہ یہ اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ صرف معتزلہ یا متکلمین ہی نہیں بلکہ اہل سنت مفسرین بھی اس آیت سے ہی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ نے اہل بادیہ سے کسی کو نبوت کے منصب پر سرفراز نہیں کیا۔ اسی لئے ہر وہ روایت جس میں کسی اہل بادیہ کا نبی ہونا بیان کیا جائے قرآن کے معارض ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہو سکتی۔

حاصل کلام یہ کہ خالد بن سنان کا بنو عبس کے بادیہ نشینوں سے ہونا متفق علیہ ہے۔ اسی لئے جو لوگ اس کا نبی ہونا بیان کرتے ہیں صحیح نہیں ہو سکتا۔

یہ بحث نا قص رہے گی اگر چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد دوسرے عالموں نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس پر بھی غور نہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں راغب کے بعد قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ ہیں۔ الشفا، (۳۳) میں ہے کہ وہ بزرگ جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ لقمان، خضر زردشت اور خالد بن سنان وغیرہ ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا یا سب کی نبوت کا انکار کرے تو یہ جائز ہے۔ بلکہ اگر کوئی ان پر وہ قدح بھی کرے تو یہ مذموم نہیں ہوگا۔ شفا کے شارح علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ نے اس پر خالد کے حالات دیتے ہوئے مصنف کی تائید کی ہے (۳۴)

قاضی عیاض کے بعد فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ نے سورۃ المائدہ کی آیت ۱۹ "یا اہل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علیٰ فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فقد جاء کم بشیر ونذیر" کی تفسیر میں ابن الکلبی کا یہ قول بھی نقل کر دیا کہ سیدنا عیسیٰ عم اور سیدنا محمد صلعم کے درمیانی زمانہ میں جو نبی ہوئے ہیں ان میں ایک خالد بن سنان بھی ہیں (۳۵) رازی نے ابن الکلبی جیسے قصہ گو کی تردید ضروری نہیں خیال کی۔ لیکن سورہ یٰسین کی آیت ۱۴ "اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون" میں اس کو صاف کر دیا ہے کہ (۳۶) جو لوگ سیدنا عیسیٰ عم اور محمد صلعم کے درمیانی زمانہ میں کسی نبی کا مبعوث ہونا بیان کرتے ہوئے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے مراد خود سیدنا عیسیٰ کے وو فرستادے ہیں نہ کہ اللہ کے رسول۔ سورۃ المائدہ کی تفسیر میں رازی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے غلط فہمی ہونے کا اندیشہ ہے لیکن سورہ یٰسین والی آیت کی تفسیر میں خود ہی اپنی بات واضح کر دیتے ہیں۔

رازی کے بعد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ نے بھی سورۃ المائدہ کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں ابن الکلبی کا قول نقل کر دیا ہے (۳۷) لیکن فوراً قشیری کی تنبیہ بھی یاد دلائی ہے۔ قشیری کہتے ہیں۔ خالد بن سنان کے نبی ہونے کی خبر ایسی ہے کہ اس کا علم سوائے سچی خبر کے کسی اور ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ بعد میں سورہ یٰسین کی تفسیر میں پھر اس بات کو صاف کر دیا ہے (۳۸)

قرطبی کے بعد یاقوت متوفی ۶۲۶ھ نے معجم البلدان میں زقاق القنادیل (مصر) کی (۳۹) تحت لکھا ہے کہ یہاں کعب بن ضبہ عبسی رہتا تھا اور یہ خالد بن سنان کی بیٹی کا بیٹا تھا۔ بنو عبس کا خیال ہے کہ خالد نبی تھے۔ یاقوت بھی پھر سوق بربر واقع فسطاط کے ذیل میں لکھتا ہے کعب بن یسار بن ضبہ عبسی کے پاس اہل بربر آکر اُترے۔ وہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور وہ اس کے باپ خالد کو نبی سمجھتے تھے یاقوت کے بیان پر تبصرہ آگے آئے گا۔

یاقوت کے بعد علی ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے اسد الغابہ میں (۲۰۴) خالد کا نسب دینے کے علاوہ ابن قتیبہ وغیرہ کے بیان پر کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ ابن اثیر کا دیا ہوا نسب یہ ہے خالد بن سنان بن غیث بن مریطہ بن مخزوم بن مالک بن غالب بن قطیعہ ابن عبس۔

ابن اثیر کے بعد مشہور مفکر و مصنف محی الدین بن عربی متوفی ۶۳۶ھ (یا ۶۳۸ھ) کی کتاب نصوص الحکم میں ایک فص حکمۃ صمدیہ خالدیہ ملتی ہے۔ شیخ کی معرکۃ الآرا شخصیت اس بات کی متقاضی ہے کہ یہاں اس فص کا جو دوسری فصوص کی نسبت مختصر ہے مکمل ترجمہ دیا جائے۔ وھو ہٰذا۔

خالد بن سنان کی واتائی یہ ہے کہ انھوں نے نبوت برزخی کا دعویٰ کیا تھا اس لئے کہ انہوں نے مرنے کے بعد ہی وہاں کے حالات سے مطلع کرنے کا ادعا کیا تھا نہ کہ اپنی دنیا کی زندگی میں۔ انہوں نے حکم دیا تھا کہ ان کی قبر کھولی جائے اور دریافت کیا جائے تو وہ خبر کریں گے کہ برزخ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اس دنیوی زندگی میں اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تمام پیغمبروں نے اپنی دنیا کی زندگی میں جو خبر دی تھی اس میں وہ سچے تھے۔ خالد صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ تمام دنیا ان چیزوں پر ایمان لے آئے جنھیں اللہ کے رسول لائے ہوں تاکہ وہ۔ خالد سب کے حق میں رحمت ہوں ان کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قرب کا شرف رکھتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ آپ کو بر بنائے رحمت سارے عالم کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور خالد رسول تھے ہی نہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس رحمت سے جو رسالت محمدیہ میں تھی ان کو وافر حصہ ملے۔ ان کو تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا۔ لہٰذا انہوں نے چاہا کہ اس کو برزخ میں حاصل کریں۔ تاکہ وہ لوگوں کے حق میں علم برزخ میں قوی تر ہوں

ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔

نبی صلعم نے ان کی قوم کی بابت یہ نہیں فرمایا کہ وہ ضائع ہو گئی بلکہ یہ فرمایا کہ انہوں نے اپنے خبر دینے والے کو ضائع کر دیا۔ کیوں کہ ان کی قوم نے ان کی مراد پر نہیں پہنچایا۔

کیا اللہ ان کو ان کی تمنا کا اجر دے گا؟ اس میں شک و اختلاف نہیں ہے کہ ان کو ان کی آرزو کا اجر ملے گا۔ البتہ اجر مطلوب میں شک و اختلاف ضرور ہے۔ کیا تمنا کا بالفعل واقع ہونا اور بالفعل واقع نہ ہونا دونوں برابر ہیں؟ شرع میں ایسی چیز موجود ہے جو اس بات کی تائید کرتی ہے کہ بکثرت موقعوں پر ان دونوں کے اجر میں مساوات ہے۔ جیسے کوئی شخص نماز کے لئے جماعت میں آتا ہو لیکن اس سے جماعت فوت ہو گئی تو اسی شخص کے لئے اس شخص کا اجر ملے گا جو جماعت میں حاضر رہا۔ اس طرح ایک شخص اجر باوجود ناداری کے ایسے ہی نیک کام کرنے کی تمنا کرے جو صاحب ثروۃ و مال کرتے ہیں تو اس کو بھی ان ہی لوگوں کا اجر ملے گا۔ مگر کیا ان کی نیتوں کے برابر اجر ملے گا یا ان کے اعمال کے برابر؟ کیوں کہ انہوں نے نیت بھی کی اور عمل بھی کیا۔ نبی صلعم نے ان دونوں یا کسی ایک کے بارے میں کوئی صراحت نہیں فرمائی۔ بظاہر تو ان دونوں کا اجر برابر نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے خالد بن سنان نے احکام برزخ کی تبلیغ طلب کی تاکہ ان کے لئے دونوں باتوں کو جمع کرنے کا مقام ثابت ہو۔ اس طرح دونوں اجر حاصل کریں۔ واللہ اعلم (۱۴)

شیخ نے ابتداء میں لکھ دیا ہے کہ یہ کتاب بربنائے القاء خداوندی لکھی گئی ہے اللہ نے جو کچھ القا کیا تحریر کیا گیا (۲۷۴)

کشف ہو یا الہام یا القا تاریخ کے بحث کی دائرہ سے خارج ہے۔ اس لئے یہاں روایت کے قاعدے چل سکتے ہیں اور نہ درایت کے قوانین۔ لیکن یہ حقیقت بہرحال فراموش نہیں کی جا سکتی کہ اللہ کے رسول کے علاوہ کسی اور کا، خواہ وہ کسی حیثیت سے کتنا ہی جلیل القدر کیوں نہ ہو۔ کشف والہام والقاء ہرگز شرعی دلیل نہیں ہے۔ البتہ صرف صاحب کشف ہی کے لئے کشف والہام دلیل ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ حدیث۔ خالد بن سنان بربنائے روایت ناقابل

قبول ہو یا بر بنائے درایت نا قابل حجت، اتنا بہر حال تسلیم کرنا پڑے گا کہ شیخ نے اس کی جو تاویل کی ہو وہ خوب بلکہ بہت خوب ہے۔

فصوص الحکم کی کئی شرحیں ہیں۔ عربی و فارسی کے علاوہ اُردو اور ترکی زبان کا دامن بھی ان سے خالی نہیں۔ اکثر شرحیں چھپ گئی ہیں جو صاحب شیخ کے نقطۂ نظر کی وضاحت چاہیں ان سے رجوع کر سکتے ہیں علمی امانت و دیانت کا تقاضہ تھا کہ خالد کے سلسلہ میں شیخ نے جو کچھ لکھا ہے نقل کر دیا جائے کہ بحث تشنہ نہ رہے۔

ابن عربی کے بعد زکریا قزوینی متوفی ۶۸۲ھ نے (۴۳) نار الحرتین کے سلسلہ میں خالد کا ذکر سرسری طور پر کیا ہے۔ اس میں کوئی بات قابل اعتنا نہیں ہے۔ بیضاوی نے رازی کی طرح سورۃ المائدہ کی ۱۹ویں آیت میں خالد کا ذکر کر کے یہاں اور پھر سورۃ یٰسین کی چودھویں آیت میں تردید کر دی ہے(۴۴)
اسماعیل ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی سورۃ المائدہ کی محولا بالا آیت میں خالد کا ذکر کر کے شدت سے خالد کی نبوت کا انکار کیا ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحیح حدیث سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ سیدنا عیسیٰ عم اور سیدنا محمد صلعم کے درمیانی زمانہ میں اللہ نے کسی کو رسول یا نبی نہیں بنایا (۴۵) ابن کثیر نے جس حدیث سے استناد کیا ہے اس کو بخاری نے الصحیح کتاب الانبیاء میں (۴۶) نقل کیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے ہیں:- انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبی میں عیسیٰ ابن مریم سے زیادہ قریب ہوں اور تمام انبیاء علاتی بھائیوں جیسے ہیں۔ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

رازی اور اس کے بعد کے بعض مفسروں نے سورۃ المائدہ والی آیت کی توضیح کچھ اس طرح کی ہے کہ جب تک سورۃ یٰسین والی آیت کی انہیں کی تفسیر نہ دیکھی جائے بات صاف نہیں ہوتی بلکہ کچھ الجھن سی ہوتی ہے لیکن خوشی کی بات ہے کہ ابن کثیر نے ایسا نہیں کیا بلکہ برموقع تصحیح کر دی اور بعض مفسروں کے اقوال سے اگر شبہ ہو بھی سکتا تھا تو اس صحیح حدیث نے اس کا بالکلیہ ازالہ کر دیا ہے۔ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں ملتی جو بخاری کی اس حدیث کے معارض ہو۔

اتمام بحث کے لئے اس حدیث کے شارحوں کی رائے بھی دیکھ لیجئے۔

آپ واقف ہیں کہ صحیح بخاری کی بہت سی شرحیں ہیں۔ مختصر و متوسط کے علاوہ مطول بھی کافی ہیں اس حدیث کی شرح میں ان سب کا استقصیٰ کرنا مضمون کو بے وجہ طول دینا ہے۔ البتہ دو شرحوں یعنی فتح الباری و عمدۃ القاری پر اکتفا کی جاتی ہے کہ یہی زیادہ متداول و مستند ہونے کے علاوہ مفصل بھی ہیں۔

ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں (۷۸) خالد وغیرہ کے نبی ہونے کی جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ اس حدیث سے ان کی تردید ہوتی ہے۔ ویسے بطور تاویل و توجیہ دونوں میں توفیق و تطبیق دینے کے لئے کہہ سکتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ عم کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں ہوا بلکہ جو بھی نبی ہوا ہوگا اس نے سابقہ شریعت ہی کا اقرار کیا ہوگا۔ رہی خالد کی حدیث سو میں نے اپنی ایک سابقہ تالیف الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں اس کے طرق وغیرہ جمع کر دئے ہیں۔

اصابہ میں ابن حجر نے جن اشخاص کا ذکر کیا ہے ان کی چار قسمیں قرار دی ہیں (۷۹) قسم اول میں ان بزرگوں کے سوانح ہیں جن کے متعلق نبی صلعم کے صحابی ہونے کی روایت خود ان سے یا ان کے متعلق کسی دوسرے ذریعہ سے مل جاتی ہے۔ خواہ یہ روایتیں صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف اگر کوئی روایت تو نہ ملے مگر کسی اور ذریعہ سے ایسا حوالہ ملے جو ان کے صحابی رسول ہونے پر دلالت کرے تو ایسے صاحب کے حالات بھی اسی قسم میں درج کئے ہیں۔ دوسری قسم میں ان اشخاص کا تذکرہ ہے جو نبی صلعم کے عہد مبارک میں پیدا ہو چکے تھے لیکن سن تمیز کو نہیں پہنچے تھے۔ چونکہ نبی صلعم کے اکثر اصحاب اپنی اولاد کو آپ صلعم کے پاس تحنیک۔ کھجور چبا کر نومولود کے منہ میں رکھنا۔ یا نام رکھائی کے لئے لاتے تھے۔ اسی لئے خیال ہوتا ہے کہ آپ صلعم کے عہد میں پیدا شدہ لوگوں کو ان کی شیر خوارگی کے زمانہ میں آپ صلعم نے ان کو دیکھا ہو تیسری قسم میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے اور اسلام لے آئے لیکن ان لوگوں میں سے کسی کا بھی نبی صلعم کو دیکھنا کسی ضعیف روایت سے بھی ظاہر نہیں ہوتا بلکہ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کے عہد بابرکت میں موجود تھے۔ آخری قسم میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کو بعض غیر محتاط لوگوں نے محض بر بنائے وہم یا غلطی سے سابقہ تینوں گروہ میں سے کسی ایک گروہ میں شامل کر دیا

ہے۔ خالد بن سنان کا ذکر اسی چوتھے گروہ میں کیا گیا ہے اس لئے نہیں کہ خالد کے متعلق کسی کو آپ کے صحابی ہونے کا گمان ہوا بلکہ صرف اسی لئے کہ بعض لوگوں کا گمان تھا کہ خالد کی بیٹی نبی صلعم کے پاس حاضر ہوئی اس ضمن میں خالد بن سنان کے متعلق ابن حجر نے ان سب روایتوں کو نقل کر دیا ہے جو اُن کو مل سکیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر وہی ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان اوراق میں آچکا ہے۔ ابن حجر ان روایتوں کے ساتھ ساتھ اپنے پیشرو علماء نے ان پر جو تنقید کی ہے وہ بیان کر دی ہے اور خود بھی بعض روایتوں پر تنقید کر کے انہیں غلط ثابت کیا ہے (۴۹) چوں کہ اس روایت کو اپنی بیان کردہ آخری قسم میں جگہ دے کر ابن حجر نے اس کا غلط ہونا پہلے ہی بتا دیا تھا اس لئے یہاں اس اصولی اجمال کو گویا تفصیلی طور پر واضح کیا ہے۔

صحیح بخاری کے دوسرے مشہور شارح عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے یعنی خالد سے متعلقہ روایتوں کی صحیح حدیث سے توفیق کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ مفروضہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ عم اور محمد صلعم کے درمیانی زمانہ میں کوئی صاحبِ شریعت نبی نہیں ہوئے۔ اگر ہوئے ہوں تو انہوں نے اپنے پیشرو صاحبِ شریعت نبی ہی کا اقرار کیا ہوگا (۵۰)

یہاں ہم کو صرف اتنا کہنا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ حدیثوں میں توفیق کی ضرورت اسی وقت لاحق ہوتی ہے جب کہ بظاہر متضاد حدیثیں بحیثیت روایت و درایت ایک ہی درجہ کی ہوں۔ یا کم از کم یہ کہ دونوں میں مدارج صحت کا اختلاف زیادہ نہ ہو۔ حدیث خالد روایت سے صحیح ثابت ہوتی ہے نہ درایت سے تو ایک صحیح حدیث اور ایک موضوع حدیث میں توفیق کی کوشش ہی بے اصول و بے ضرورت قرار پاتی ہے۔

زیر بحث موضوع سے مناسبت و مشابہت رکھنے والا موقع جہاں توفیق و تطبیق کی ضرورت ناگزیر معلوم ہوتی ہے سورہ مریم کی ۵۴ ویں آیت ہے جس میں نبی صلعم کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا ہے۔ اور الکتاب میں اسماعیل عم کا ذکر کر بلا شبہ وہ اپنے وعدہ کا سچا اور فرستادہ نبی تھا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدنا اسمٰعیل عم حجاز میں بنو جرہم میں مبعوث ہوئے تھے جو بہر حال عرب تھے لیکن ایک

سے زیادہ مقاموں پر یہ آیا ہے کہ عربوں میں کوئی نبی اللہ نے نہیں بھیجا۔ سورۃ القصص کی ۴۶ ویں آیت ہے:
وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ پھر سورۃ السجدہ کی تیسری آیت میں فرمایا ہے أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ اور سورۃ سبا میں ہے وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ (آیت ۴۴) اور سورۃ یٰس کی چھٹی آیت میں بھی کچھ اسی قسم کی بات کہی گئی ہے لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ

اسماعیل عم کی رسالت و نبوت کے سلسلہ میں ان آیتوں پر غور و تدبر اور پھر ان میں توفیق و تطبیق کی ضرورت مسلم لیکن خالد بن سنان کے سلسلہ میں کوئی آیت کیا ایک آدھ لفظ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے اس جیسی کسی شخصیت یا اس برگزیدہ ہوئے واقعہ جیسے کسی واقعہ کی طرف کوئی بعید اشارہ ہی نکلتا ہو۔ صحیح حدیثوں کے مستند ذخیرے بھی اس سے خالی ہیں۔ چند طریقوں سے جو ایک ہی روایت نقل کی جاتی ہے اس کی جانچ پہلے صفحات میں ہو چکی ہے جس سے اس کا موضوع و مصنوع ہونا ثابت ہو گیا۔

حیرت ہوتی ہے مدعیانِ استشراق کے ایک گروہ پر جس نے اس موضوع روایت کو تاریخی معیار پر اچھی طرح معروضی طریقے سے جانچے بغیر افسانہ کو حقیقت فرض کر کے یہ اٹکل مارنے کی کوشش کی ہے کہ خالد بن سنان وغیرہ جیسے لوگوں کی مثال سے سیدنا محمد صلعم نے فائدہ اٹھایا۔ درآں حالیکہ اس پورے افسانہ سے یہ لوگ زیادہ سے زیادہ جو قیاسی جہاز اڑا سکتے تھے وہ یہ ہو سکتا تھا کہ دورِ جاہلیت میں، جب کہ اہلِ عرب اور خاص کر اہلِ بادیہ صدیوں سے راہب کے کرشموں اور کاہن کے طلسموں میں گرفتار تھے، حجاز کی سنگلاخ و آتش فشاں سرزمین سے کسی ہیجانِ ارضی و تحول جوی کی وجہ سے زمین کے نیچے سے پٹرول کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ لوؤں کی لپٹ سے اس میں آگ لگ گئی ایک جری شخص نے ہمت کر کے گڑھا کھودا پٹرول کے بہاؤ کا رخ بدل گیا پھر وہ زمین میں جذب ہو گیا۔ اسی کے ساتھ آگ بھی ختم ہو گئی، اس ہولناک اور جان لیوا کوشش میں اعصابی شدت سے اس پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو موت کے منہ میں جانے سے ہو سکتی ہے اگر خالد جیسا سادہ لوح بادیہ نشین اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ حقیقی موت کے بعد

پھر اس دنیا میں اسی طرح جی اٹھنا ممکن ہے جس طرح وہ آگ بجھا کر موت کے منہ سے زندہ و سلامت نکل آیا تو حیرت کا مقام نہیں ہے۔ روس کی ادبی پیغمبر دستوفسکی کا واقعہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ پیٹرول کی دریافت اور نفسیات کے طبعی قوانین کا انکشاف تمام تر زمانہ حال کی پیداوار ہے اگر خالد کے قصہ کی تاویل و تشریح کا حق ادا نہ ہو سکا تو یہ چنداں تعجب خیز نہیں اس طرح سادہ لوح خیمہ نشینوں یا بقول یاقوت خالد کی بیٹی کی اولاد نے یہ سمجھ رکھا کہ اگر ان کے نانا کی قبر کھولی جاتی تو وہ عالم برزخ کے احوال کی اطلاع دیتا تو یہ خیال بھی غیر متوقع نہیں تھا۔ البتہ اس بات پر حیرت ہوتی ہے جاہلیں کہ عربی جہل نے نہیں بلکہ خردمندانِ عجم کے تخیل نے خالد کی قبر کبھی جرجان میں بنا ڈالی کبھی اس کو قیروان کے پہاڑی غار میں اکڑوں بٹھا دیا اور کبھی یہ نقشہ دکھایا کہ اس کی جورو کے پیٹ کی بٹوں میں نوشتے ہیں جن میں قیامت تک کے واقعات مندرج ہیں۔

بہرحال ان خیالی حاشیوں کے گرد و غبار کو نکال دیا جائے تو قصہ میں صرف اتنی اصلیت رہ جاتی ہے کہ خالد بن سنان نے ایام جاہلیہ میں ایک محیر العقول کارنامہ انجام دیا اور اس سے وہ ایک سخت نفسیاتی آزمائش میں پڑا، اس سے زیادہ کچھ کہنا تاریخ پر ظلم کرنے کے علاوہ اپنی عقل و فہم سے بھی ناانصافی کرنا ہے کیونکہ مذکورہ توجیہ و تاویل کا درست یا نہ درست ہونا اتنا اہم نہیں جتنا یہ امر کہ خالد کے نبی ہونے کے بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے آیا تاریخی تحقیق اس کی تائید کرتی ہے یا تردید۔ تاریخ و تفسیر کے مشقت طلب معروضی مطالعہ سے ہم اسی واضح نتیجہ پر پہنچے جس کو قرآن نے ایک سے زیادہ مرتبہ بیان کر دیا تھا۔ یعنی ام یقولون افتراہ بل ھو الحق من ربک لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر من قبلک لعلھم یھتدون۔ (حوالوں کی فہرست)

---

(۱) کتاب الطبقات الکبیر ج اق ۲ ص ۴۲

(۲) واقدی کے حالات بہت سی کتابوں میں ملتے ہیں مثلاً تاریخ بغداد احمد الخطیب م ۴۶۳ ج ۳ ص ۳ تا ۲۱ قاہرہ ۱۳۴۹ء یا وفیات الاعیان۔ احمد ابن خلکان م ۶۸۱ ج ۱ ص ۵۰۶ قاہرہ ۱۳۱۰ سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

(۳) ج ۴ ص ۷۶ ۴-قاہرہ ۱۳۵۹ھ-

(۴) ص ۲۹-۲۹-قاہرہ ۱۳۵۳-

(۵) ص ۱۷ اکوتنجن ۱۸۵۴-

(۶) ج ۳ ص ۱۵۱ ۳ قاہرہ ۱۳۶۱ ہ

(۷) ج ا ص ۱۳۱، ۱۳۲-پیرس ۱۸۶۱ء

(۸) ج ۴ ص ۱۸ تا ۲۳

(۹) عنقاء کے متعلق دوسرا فقہ لغت کی کسی مفصل کتاب جیسے لسان العرب یا ضرب الامثال کی کسی کتاب جیسے مثلاً الفاخر- المفصل ص ۱۶۱-لیدن ۱۹۱۵ء میں ملاحظہ ہو۔

(۱۰) المستدرک ج ۲ ص ۵۹۸ حیدرآباد دکن ۱۳۴۰

(۱۱) ایضاً ج ا ص ۳

(۱۲) میزان الاعتدال -محمد ذہبی م ۸۴۷ لکھنؤ ۱۳۰۱-لسان المیزان احمد بن حجر ۸۵۲ حیدرآباد ۱۳۲۹-۱۳۳۱-

(۱۳) ص ۵۵ ۴ مصر ۱۳۲۶

(۱۴) ج ۲ ص ۱۷۸ الیدن ۱۹۳۴ء

(۱۵) اصول حدیث اور اصول فقہ کی ابتدائی کتابوں میں بھی محولہ صدر بیان کی تفصیل مل جائے گی

(۱۶) الحیوان ج ۴ ص ۷۸

(۱۷) ثمار القلوب ص ۴۵۶-

(۱۸) ج ۲ ص ۲۶۷-مصر ۱۳۲۶ھ

(۱۹) جامع البیان ج ۱۲ ص ۴۶-مصر ۱۳۳۳ھ

(۲۰) مفاتح الغیب ج ۵ ص ۱۷۲

(۲۱) ج ۹ ص ۲۷۴ مصر ۱۳۵۸

(۲۲) ج ۳ ص ۱۶۴ مصر ۱۳۷۱ھ

(۲۳) ج ۳ ص ۲۶۴ مصر ۱۳۷۱ھ

(۲۴) ج ۳ ص ۲۶۴ - مصر ۱۳۱۷ھ

(۲۵) ج ۵، ص ۵۲۳ مصر ۱۳۲۸ -

(۲۶) لیدن ۱۹۳۶

(۲۷) روح البیان ج ۲ ص ۲۱۶ ج ۳ ص ۱۰۷۰ ھ ۲، مصر ۱۲۸۶

(۲۸) فتح القدیر ج ۳، ص ۵۸ مصر ۱۳۵۰

(۲۹) روح المعانی ج ۱۳ ص ۶۱ مصر ۱۳۱۰

(۳۰) ج ۹ ص ۲۶۷

(۳۱) چونکہ یہ قدر ضمنی بحث تھی اس لئے تفسیروں کے تفصیلی حوالے نہیں دیئے گئے - اوپر جن مستند تفسیروں کا ذکر آیا ہے ان میں سورہ یوسف آیت ۱۰۰ میں یہ سب اقوال یکجا مل جائیں گے۔

(۳۲) لغوی بحث مندرجہ ذیل قاموسوں سے ماخوذ ہے ویسے لغت کی دوسری مفصل و مستند کتابوں میں بھی یہ مواد کم و بیش مل جائے گا۔ نامناسب طوالت سے بچنے کے لئے کلام عرب سے ہر معنی کا شاہد نقل نہیں کیا گیا۔ مرجوعہ کتابوں میں بلا استثناء ہر معنی کے شواہد مل جائیں گے۔

۱- مجالس ثعلب احمد بن یحیی م ۲۹۱ مصر - ۱۳۶۸

۲- جمهرۃ اللغۃ محمد بن درید م ۳۲۱ - حیدر آباد دکن۔

۳- مقائیس اللغۃ احمد بن فارس م ۳۹۵ قاہرہ ۱۳۶۶ - ۱۳۷۱

۴- الفائق زمخشری م ۵۳۸ - حیدر آباد دکن ۱۳۱۴

۵- لسان العرب ابن منظور م ۷۱۱ - مصر ۱۲۹۹ - ۱۳۰۸

۶- تاج العروس مرتضیٰ زبیدی ۱۲۰۵ - مصر - ۱۳۰۶ - ۱۳۰۷

(۳۳) ج ۲ ص ۲۷۵ آستانہ ۱۲۹۰ھ

(۳۴) ایضاً

(۳۵) مفاتیح الغیب ج ۳ ص ۳۸۴

(۳۶) ایضاً ج ۷ - ص ۷۴ .

(۳۷) الجامع الاحکام القرآن ج ۶ - ص ۱۲۲ مصر ۱۳۵۷ھ

(۳۸) ایضاً ج ۱۵ ص ۱۴ مصر ۱۳۶۵ھ

(۳۹) ج ۲ - ص - ۹۳۷ و ج ۳ ص ۱۹۳ طبع یورپ ۱۸۶۸،۶۷

(۴۰) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ علی بن محمد المعروف بابن الاثیر م ۶۳۰ مصر ۱۲۸۰

(۴۱) فصوص الحکم ص ۲۱۴ مصر ۱۳۶۵ھ

(۴۲) ایضاً ص ۳

(۴۳) عجائب المخلوقات - ج ۱ ص ۱۴۷ مصر ۱۳۰۹

(۴۴) انوار التنزیل ج ۳ ص ۲۵۸ مصر ۱۲۷۱ و ج ص ۱۹۸

(۴۵) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۱۴ - مصر ۱۳۰۱

(۴۶) باب - ۱۴ - واذکر فی الکتاب الخ -

(۴۷) فتح الباری - ج ۶ ص ۳۵۴ - مطر ۱۳۰۰

(۴۸) ج ۱ ص ۶ - مصر ۱۳۵۸ -

(۴۹) ایضاً ج ۱ ص ۵۶۴ -

(۵۰) عمدۃ القاری ج ۷ ص ۹۴۴ مصر ۱۳۰۸ ۱۳۱۱

---

## تصحیح

اس مضمون کی پہلی قسط میں صفحہ ۱۹ پر جو شعر ہے اس کے دوسرے مصرعہ کو یوں پڑھیے

" وهل كان حكم الله الا مع النحل "